رجسٹرڈ آصفیہ نمبر (۱۰۰)

رجسٹرڈ انگلشیہ نمبر

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

ہفتہ وار

مملکت

اڈیٹر

میر حسن الدین بی اے ایل ایل بی (عثمانیہ)

شرح چندہ

سالانہ ...... ے
ششماہی ...... ہے
سہ ماہی ...... عا

شرح چندہ

سالانہ ...... ے
ششماہی ...... ہے
سہ ماہی ...... عا

قیمت فی پرچہ ۲ر

قیمت پرانا پرچہ ۴ر

جلد ۵ | یکم آذر ۱۳۵۵ف | ۲۹ شوال ۱۳۶۴ھ | ۶ اکتوبر ۱۹۴۵ء شنبہ | نمبر ۲۵

کانگریس کی مایوس کن قراردادیں

حق خود ارادیت کی نفی

تین سال کے بعد بمبئی میں آل انڈیا کانگریس کمیٹی کا اجلاس منعقد ہوا۔ اکثر لوگ جو آزادی کی تحریک سے ہمدردی رکھتے ہیں اور قومی آزادی کے نعرے سے متاثر ہیں اس موقع پر یہ توقع رکھتے تھے کہ نیشنل کانگریس کا یہ مرکزی ادارہ اپنی پالیسی کے نتائج پر ٹھنڈے دل سے غور کرے گا۔ سابقہ غلطیوں کی اصلاح کرے گا اور عامۃ الناس کے مفاد کی خاطر کوئی لائحہ عمل لے کر جرات کے ساتھ آگے بڑھے گا۔ یہ بھی توقع کی جا رہی تھی کہ مختلف سیاسی جماعتوں نے کانگریس کے مبہم سیاسی مقاصد سے متعلق جو اعتراضات کئے ہیں اس موقع پر ان کا جواب دیا جائے گا لیکن مجلس عاملہ کانگریس کی ان قراردادوں سے جن کو آل انڈیا کانگریس کمیٹی نے منظور کر لیا یہ توقعات پوری نہیں ہوئے۔ مثال کے طور پر اس قرارداد کو لو جو آنے والے انتخابات سے متعلق کانگریس ہائی کمانڈ نے منظور کی ہے۔ اس قرارداد میں جو تضاد نمایاں طور پر پایا جاتا ہے اس کی مثال شاید مشکل ہی سے ملے گی۔ اس امر کا ادعا کیا گیا کہ حکومت برطانیہ کی جانب سے کسی پالیسی کے اعلان کی عدم موجودگی میں ان لوگوں کے لئے انتخابات میں حصہ لینا مشکل ہے جو ملک کی آزادی سے بنیادی دلچسپی رکھتے ہیں۔ اس امر کا اعلان کیا گیا کہ وہ حالات جن کے تحت انتخابات عمل میں آرہے ہیں ــــــ یعنے قانون حکومت ہند بابت ۱۹۱۹ء کے تحت جس کی رو سے مرکزی اسمبلی صرف ایک مجلس مشاورت رہ جاتی ہے اور انتخابی فہرستیں ناقص ہیں ــــــ ایک ایسے ادارہ کے لئے قابل قبول نہیں جو عوام کے حقوق کی پرواہ کرتا ہے۔ یہ بھی بیان کیا گیا کہ کانگریس گزشتہ (۲۶) سال سے حق رائے دہی بالغان کی حامی رہی ہے۔ اس لئے مرکزی اسمبلی کے انتخابات جس میں صرف ایک فیصد آبادی کو حق رائے دہی حاصل ہے جمہوریت کی ایک مضحکہ خیز صورت ہے۔ ان سارے بیانات کے بعد کانگریس نے انتخابات میں حصہ لینے کا تصفیہ کیا ہے "تاکہ آزادی کی مسئلہ پر عوام کی مرضی ظاہر ہو جائے"۔

یہ ایک عجیب و غریب بیان ہے۔ اگر موجودہ حالات میں جمہوری طرز پر انتخابات ناممکن ہیں اور کانگریس کو جمہوریت کا کچھ بھی لحاظ ہے تو اس کو کوشش کرنی چاہئے کہ یہ حالات بدل دئے جائیں۔ یہ ایک واقعہ ہے کہ کانگریس اس موقف میں ہے کہ حق رائے دہی بالغان کو منظور کرائے۔ مگر کانگریس کو سب سے زیادہ فکر اس کی ہے کہ اقتدار فوراً اس کے ہاتھ منتقل ہو جائے۔ اگر حق رائے دہی بالغان کے نافذ ہونے تک انتخابات کے التوا پر رضامند ہو تو برطانیہ کی عالی حکومت اس [illegible] کی منظوری تک کوئی عذر پیش نہ کر سکے گی۔ لیکن حق رائے دہی بالغان کے مطالبہ پر مضبوطی سے قائم نہ رہنے سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ کانگریس اپنی جمہوریت کے ادعا کو اپنے عمل سے ثابت کرنے تیار نہیں۔ عجب ہے کہ ایک ایسا ادارہ جو عوام الناس کی نمائندگی کا مدعی ہے ایک فیصد آبادی کے ووٹ کو ــــــ جو زیادہ تر ارکان جائداد کے ووٹ ہوں گے ــــــ عوام کی مرضی کا مظہر کہتا ہے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کانگریس مالکان جائداد کی اقلیت کے اعتماد کو اپنے لئے باعث تقویت تصور کرتی ہے۔

ایک دوسری قرارداد جو مجلس عاملہ کانگریس نے منظور کی ہے حق خود ارادیت سے متعلق ہے۔ یہ اب کوئی راز نہیں کہ اس مسئلہ پر خود ارکان کانگریس میں بہت اختلاف رہا ہے۔ صدر کانگریس نے شملہ کانفرنس کے ناکام ہو جانے کے بعد مسلمانوں کو مطمئن کرنے کے لئے یہ ضروری سمجھا کہ ایک ایسی پالیسی کا اعلان کیا جائے جس سے مسلم علاقہ جات انتخاب میں کانگریس کی پوزیشن مضبوط ہو سکے اور مسلمانوں کے اندیشے دور ہو سکیں۔ اس قرارداد سے ظاہر ہوتا ہے کہ مولانا آزاد اپنے مقصد میں بالکل ناکام رہے کیونکہ اس میں واضح کر دیا گیا ہے کہ کانگریس وحدت ہند کی حامی ہے اور وہ تقسیم ہند پر متفق نہیں ہو سکتی اور وہ کسی رقبہ کو ہندوستانی یونین یا وفاق سے علحدہ ہونے کی اجازت نہیں دے سکتی۔ اس صاف صریح اعلان کے بعد یہ کہنا کہ وہ کسی وحدت کو ہندوستانی یونین میں رہنے پر مجبور کرنا نہیں چاہتی ایک مضحکہ خیز بات ہے۔ اس قرارداد سے ان امیدوں پر بھی پانی پھر گیا جو فرقہ واری سمجھوتے سے متعلق بعض حلقوں میں پیدا ہو گئی تھیں۔ کیا ایسی قرارداد مسلمانوں کو مطمئن کر سکتی ہے؟ یہ بہرحال مسٹر جگت نارائن لال کو ایک نئی [illegible]

بقیہ سلسلہ صفحہ (۱۱)

مملکت ہفتہ وار

نمبر ۲۵	یکم آذر ۱۳۵۵ف	جلد ۵

موازنہ ۱۳۵۵ف

اخلاقی جرأت کا فقدان

۱۳۵۵ف کا موازنہ جو نواب لیاقت جنگ بہادر کا مرتب کردہ ہے سرمایہ دار طبقے کو خوش کرنے والا موازنہ ہے۔ اگرچہ اشیاء کی قیمتیں ابھی گری نہیں ہیں اور درآمد کی قلت اور مشکلات کی وجہ سے نفع اندوزی ہنوز جاری ہے پھر بھی نواب لیاقت جنگ بہادر نے محصول زائد منافع کو ختم کرنے کا اعلان فرما دیا ہے۔ اگر حکومت نے اس کمزور پالیسی کو قبول کر لیا ہے تو ہم اظہار افسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ ہم اس موضوع پر کہ محصول زائد منافع کو جاری رکھنے کے کافی اور معقول وجوہ باقی ہیں ایک دو کالم نہیں بلکہ صفحات پر بحث کر چکے ہیں۔ لیکن جب نواب لیاقت جنگ بہادر نے اپنے زمانہ معتمدی میں ایک ایسی بنیادی قسم کی سفارش کر دی ہے اور جب اس اعلان کی عبارت سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ حکومت نے اس کمزور پالیسی کے ساتھ رضامندی کا اظہار کر دیا ہے تو ہم اپنا اور اپنے قارئین کا وقت ضائع کرنا نہیں چاہتے۔ البتہ انتہائی خلوص اور احترام کے ساتھ حکومت سرکار عالی کو آگاہ کرنا چاہتے ہیں کہ سرمایہ داروں کے خود غرضانہ شور و غوغا سے مرعوب ہو کر اگر حکومت اپنے اٹھائے ہوئے قدم کو واپس لینے کا تہیہ کر چکی ہے تو اس کی یہ حکمت عملی عارضی اور چند روزہ ہی ہو سکتی ہے کیونکہ حکومت اس پالیسی کو کس طرح حق بجانب قرار دے سکتی ہے کہ محاصل کا بار ایسے نادار طبقوں پر عائد رہے جن کی قوت برداشت گھٹی ہوئی ہے اور گھٹتی جا رہی ہے اور وہ طبقے محاصل کے بار سے محفوظ رہیں جو لاکھوں اور کروڑوں کے مالک ہیں اور جو نظم و نسق چلانے کے لئے ایک پائی دئے بغیر نظم و نسق سے پوری طرح استفادہ کر رہے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ اگر مسٹر غلام محمد صدر المہامی فینانس پر فائز ہوتے تو حکومت کو سرمایہ داروں کے مقابلے میں نیچا دیکھنے کی نوبت نہ آتی اور ملک کے نادار طبقوں کو مایوسی سے دو چار ہونا نہ پڑتا۔

یہاں ایک اصولی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا چند ماہ کی معتمدی میں کوئی عارضی صدر المہام حکومت کی مالیاتی پالیسی میں بنیادی تغیرات کی سفارش کرنے کا مجاز ہے؟ اگر اس سوال کا جواب دستوری نقطہ نظر سے اثبات میں بھی ہے تو تب بھی ہم نواب لیاقت جنگ بہادر سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ جب انہیں معلوم تھا کہ وہ مستقل صدر المہام نہیں ہیں تو انہوں نے اپنے چند روزہ اقتدار کا ایسا غلط استعمال کیوں کیا جو ملک کی اکثریت کو مایوس کرنے والا اور مٹھی بھر سرمایہ داروں کو اپنی عارضی فتح پر خوشی کے شادیانے بجانے کا موقع دینے والا ثابت ہوگا۔ جیسے کہ محصول زائد منافع ایک عارضی تدبیر تھی لیکن جو اصول اس تجویز کی تہ میں کارفرما تھا وہ یقیناً حیدرآباد کی مالیاتی پالیسی کا مستقل اور دائمی جزو بننے کا مستحق تھا اور ہے۔ جن اسباب کے تحت یہ محصول عائد کیا گیا تھا وہ ہنوز باقی ہیں۔ کیا نواب لیاقت جنگ بہادر یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ ہمارے کارخانہ دار اور سرمایہ دار آج بھی من مانے نفع نہیں کما رہے ہیں۔ امور عامہ کا ایک معمولی متعلم بھی جانتا ہے کہ جنگ کے اختتام کے باوجود صنعتی آمد و رفت کے وسائل کی قلت ہنوز باقی ہے۔ جب تک درآمدات کے لئے راستہ نہ کھل جائے اور اشیاء کے نرخوں کی عام سطح نہ گرے زائد نفع اندوزی اسی طرح جاری رہے گی جس طرح کہ زمانہ جنگ میں تھی۔ پس اس محصول کو برخواست کرنے کے کوئی معقول وجوہ موجود نہیں ہیں۔ چنانچہ برطانوی ہند اور دیگر ریاستوں میں بھی یہ محصول ہنوز قائم ہے۔ ایک اور بات یہ ہے کہ جیسا کہ نواب لیاقت جنگ بہادر جانتے تھے اور اگر وہ نہ جانتے ہوں تو ہمیں تعجب ہوگا کہ تنظیم مابعد جنگ کی کوئی اسکیم ایک انچ آگے نہیں بڑھ سکتی اگر ملک کے سرمایہ دار طبقے پر راست محاصل کا بار عائد نہ کیا جائے۔ جب یہ صورت پیش آنے والی ہے تو محصول زائد منافع کو اس غیر ممکن اور ناقابل فہم عجلت کے ساتھ برخواست کرنے کی آخر کیا ضرورت تھی۔ جو طبقہ آج تک محاصل کے بار سے آزاد رہا اور جس نے حیدرآباد کی غیر معمولی معاشی سہولتوں اور نیز حکومت کی کمزور روش سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے کروڑوں روپے کمائے اگر وہ ایک آدھ سال اور زائد منافع کا کچھ حصہ غریب طبقے کی امداد کے لئے حکومت کی تحویل میں دے دیتا تو آخر اس زردار طبقہ پر کونسی مصیبت نازل ہو جاتی۔ بہرحال نواب لیاقت جنگ بہادر کا یہ عمل قابل ستائش نہیں۔

کاش وہ اپنے زمانہ معتمدی میں سرمایہ داروں کے شور و غوغا سے متاثر نہ ہوتے! اگر آپ نے صنعت و تجارت کی صدر المہامی میں بھی یہی نقطہ نظر اختیار فرمایا تو ملک کے صنعتی مستقبل کا کیا حشر ہوگا؟ نادار طبقوں کو نواب صاحب سے مایوس ہو جانا چاہئے۔ ہم یہ جانتے ہیں کہ ملک کے نادار کوئی موثر آواز نہیں رکھتے۔ نواب صاحب کے ڈرائنگ روم یا ان کے اجلاس تک ان غریبوں کی رسائی نہیں۔ ناداروں کا حریف مقابل یعنی سرمایہ دار، زمیندار، کارخانہ دار یا ان کے ایجنٹ جو عرف عام میں لیڈر کہلاتے ہیں نواب صاحب کی بارگاہ میں آسانی کے ساتھ رسائی حاصل کر سکتے ہیں لیکن نواب صاحب کے لئے یہ انتہائی کوتاہ نظری ہوگی اگر وہ زمانہ کے بدلتے ہوئے رجحانات کو نہ پہچانیں۔

بہت ممکن ہے کہ ہم نے اس تجویز میں نواب صاحب کے ساتھ نادانستہ طور پر زیادتی کی ہو کیونکہ یہ بالکل ممکن ہے کہ یہ حکمت عملی جس کی گراں ذمہ داری نواب صاحب نے اپنے سر لی ہے خود ان کی اپنی نہ ہو بلکہ ان پر ایسے حلقوں کی جانب سے عائد کی گئی ہو جو سرمایہ داروں کی پناہ گاہ سمجھے جاتے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو ہم نواب لیاقت جنگ بہادر کے موجودہ موقف کو قابل ہمدردی سمجھتے ہیں لیکن ایک ذمہ دار رکن حکومت کو ایسے اثرات سے بچ کر چل نکلنے کی جرأت اپنے اندر پیدا کرنی چاہئے۔

نواب لیاقت جنگ بہادر کے موازنہ کا دوسرا افسوسناک پہلو یہ ہے کہ انھوں نے جہاں محصول زائد منافع کو ختم کرنے میں غیر ضروری عجلت سے کام لیا وہاں یہ نہیں بتایا کہ حکومت آئندہ بلند بانگ عزائم اور منصوبوں کو چلانے کے لئے وہ روپیہ کہاں سے لائے گی؟ آپ نے صاف صاف یہ کیوں نہیں کہہ دیا کہ حکومت سرکار عالی کو بہت جلد سرمایہ داروں پر، کارخانہ داروں پر، اور اس طبقہ پر جو مزدوروں اور کاشتکاروں کی محنت

...ے استفادہ کرتا ہے اور جس نے روپیہ کو جو در اصل
...ہنیا کے مبادلہ کا ذریعہ تھا سود خواری سے مزید حصہ
...نے کا ذریعہ بنایا ہے جدید محاصل عائد کئے جائیں
...۔ ان محاصل کے ذریعہ عوام الناس کے معیار زندگی
...بلند کیا جائے گا اور ان کی صحت، ان کی تعلیم، اور
...ان کی سماجی حالت کو بہتر بنانے کے لئے ایک کام شروع
...کیا جائے گی۔ نواب یاقت جنگ بہادر نے محصول
...ان منافع کو برخاست کرنے کا سہرا اپنے سر لیا اور
...سرمایہ داروں کے متعلق یہاں اس کڑوی گولی کو اتارنے
...کی ذمہ داری مسٹر زاہد حسین پر چھوڑ دی۔ نواب صاحب
...نے اپنے اتحاد کے ساتھ کچھ اچھا سلوک نہیں کیا۔

موازنہ کے دوسرے پہلو وہی ہیں جو ہونے
...ہیں۔ قومی تعمیر کے سررشتوں کے ساتھ جو فیاضی
...کی گئی ہے وہ وقت کا تقاضا ہے۔ اس موازنہ کا
...ایک اور جزو جو ہمیں پسند آیا وہ فقرہ ذیل میں درج ہے۔

"سنہ ۱۳۵۳ف سے محکمہ کی بادیات
کی گنجائش موازنہ (۹۰) لاکھ سے
بڑھا کر (۳۴) لاکھ سالانہ کر دی گئی ہے
اسی طرح آبرسانی اضلاع کے لئے
گنجائش موازنہ سنہ ۱۳۵۳ف میں (۵)
لاکھ کو بڑھا کر سنہ ۱۳۵۵ف میں (۷۰)
لاکھ کر دیا گیا ہے۔ ایسے تمام دیہاتوں
میں جن کی آبادی پانچ ہزار نفوس
یا اس سے زیادہ ہے آبرسانی کے
باقاعدہ اور محفوظ انتظامات کرنے
کی ایک اسکیم تیار کی گئی ہے۔ اس
اسکیم پر تقریباً (۱۷) کروڑ روپے صرف
ہوں گے۔ ڈبنچرس کے ذریعہ اس
اسکیم کے لئے بالآخر قرضہ لینے کے
امکان پر غور کیا جا رہا ہے۔"

...آبرسانی کی ضرورت اس قدر بدیہی اور مسلمہ ہے کہ یہ امر
موجب حیرت ہے کہ آج تک اس پر وہ توجہ کیوں نہیں
کی گئی جس کا یہ مسئلہ مستحق ہے۔ نواب یاقت جنگ بہادر
کی ڈبنچر والی اسکیم ہر طرح غور اور تائید کی مستحق ہے۔
ہمیں اس کی تفصیلات کا انتظار رہے گا۔

حیدرآباد نے سابق جنگ میں (۱۰) کروڑ
کی خطیر رقم صرف کی ہے۔ اس رقم میں وہ قرضہ بھی شامل
ہے جو حکومت ہند کو بہ اوقات مختلف دیا گیا۔ اس
قرضہ کی مقدار (۵۰) کروڑ ہے۔ ہمیں امید ہے کہ اس
(۵۰) کروڑ کی رقم کو وصول کرنے کے متعلق غور ہو رہا ہوگا
جیسی طرح اسٹرلنگ بقایا جات کے متعلق امریکہ سے یہ
افواہیں پھیلائی جا رہی ہیں کہ ہندوستان کو اس
رقم کا کچھ حصہ معاف کرنے پر مجبور کیا جائے گا اسی طرح
کہیں ایسا نہ ہو کہ مفلس حیدرآباد کو (۵۰) کروڑ کی
رقم سے کچھ حصہ معاف کرنے پر آمادہ کیا جائے۔ ہم
اس کو قبل از وقت کہہ رہے ہیں کہ حکومت کو یقین
دلائیں کہ حیدرآباد ایسی خبر سننے کے لئے تیار نہیں
ہے۔ حیدرآباد کو بہر حال (۵۰) کروڑ کی رقم واپس
ملنی چاہئے۔ البتہ یہ سوال ماہرین کے غور و فکر کا
ہے کہ یہ (۵۰) کروڑ اسٹرلنگ کی صورت میں
لیں یا ڈالر کی صورت میں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ مولوی
حبیب الرحمن صاحب ناظم صنعت و حرفت اور
مولوی میر لائق علی صاحب اس خصوص میں اچھے
مشیر ثابت ہو سکتے ہیں۔

امداد باہمی کی اسکیم

حیدرآباد ۲۰ ستمبر۔ مسٹر جمیل حسین ناظم امداد
باہمی نے حکومت سرکار عالی کی خدمت میں ایک
اسکیم پیش کی ہے۔ جس میں موصوف نے یہ تجویز پیش
کی ہے کہ امداد باہمی اور دیہات سدھار کا کام
ممالک محروسہ سرکار عالی کے بڑے پراجکٹس کے تحت
انجام دیا جائے۔ مثلاً نظام ساگر، ڈنڈی، تنگبھدرا اور
گوداوری کے پراجکٹس کے تحت یہ کام انجام دیا جا
سکتا ہے۔

غلہ بنک اور انجمن ترقیات

اس اسکیم کے بابت مسٹر جمیل حسین نے ایک
یادداشت پیش کی ہے کہ ممالک محروسہ سرکار عالی
میں امداد باہمی کی جدید تنظیم کا کام شروع کیا جا چکا
ہے غلہ بنک اور تعلقہ کی انجمن ہائے ترقیات ضلع
اور تعلقہ میں قائم کی جا رہی ہیں۔ اور یہ انجمنیں حکومت
کی غذائی پالیسی کو روبکار لاتے ہیں ... زرعی
و پیداوار کی تنظیم اجناس کی خریدی جمع بندی اور
کنٹرول شدہ اجناس کی تقسیم وغیرہ کا کام انجام
دیا جا رہا ہے۔ مثلاً تمباکو ... آلات کشاورزی
تقسیم اجناس کا تیل اور غذائی پیداوار کی تقسیم عمل میں
لائی جاتی ہے۔ یہ انجمنیں زرعی پیداوار کی برآمد
کا کام بھی انجام دیتی ہیں ابتداً یہ انجمن کاروباری
ادارے ہیں اور جیسے ہی یہ کافی سرمایہ جمع کر لیں
دیہات سدھار کا کام جو ان کا بڑا مقصد ہے شروع
کر دیا جائے گا۔

دیہات سدھار

مسٹر جمیل حسین نے اس کا اظہار کیا ہے
کہ یہ فضول ہے کہ دیہات سدھار کا بیک وقت
پورے ملک کے لحاظ سے منصوبہ باندھا جائے۔
اس لئے کہ تربیت یافتہ اشخاص کی کمی ہے اور
تمام مقامات پر یکساں حالات نہیں ہیں اس لئے
انہوں نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ صرف ایسے
ہی رقبہ جات کا انتخاب کیا جانا چاہئے جہاں
ہر جہتی ترقی ہو رہی ہے۔

امداد باہمی کے کام کے سلسلے میں مسٹر جمیل
حسین نے لکھا ہے کہ جو عملی خاکہ ترتیب دیا گیا ہے
اسی کے مطابق ترقیات کا کام انجام دیا جانا چاہئے۔
غلہ بنک اور تعلقہ کی انجمنیں اس طرح قائم کی جائیں
کہ یہ پیداوار، تجارتی اور تقسیم کرنے والے اداروں کی
حیثیت کی حامل ہوں۔ مسٹر جمیل حسین نے مشورہ دیا ہے
کہ دیہات سدھار کا کام سات عنوانات کے تحت
انجام دیا جائے۔

معاشی سروے، قرضہ کے مصالحتی عدالتوں
کا قیام، زمینات کو منتقل کرنے سے بنک کا قیام تاکہ جو
قرضہ جات ادا کر دئے گئے ہوں ان کا تصفیہ کیا جا
سکے، نشر و اشاعت اور مظاہرات کے لئے دیہات
سدھار کے مراکز کا قیام، اجارہ کا حکم کام امداد باہمی کے
اصول پر زراعت اور امداد باہمی کے اصول پر نو آبادیات
کا قیام صنعتی اور زرعی اغراض کے تحت۔

دیہی قرضہ جات

مسٹر جمیل حسین نے لکھا ہے کہ بڑے اور
مکمل پیمانہ پر منصوبہ بندی کے لئے سب سے اہم چیز یہ ہے
کہ مقام تجویزہ کا مکمل سروے دیہی قرضہ جات زرعی
مالیہ اور اس رقبہ کے باشندوں کی مالی حالت کے متعلق
کیا جانا چاہئے جس کے بعد قرضہ کے مصالحتی عدالت
اور پنچایت قائم کئے جائیں تاکہ انفرادی قرضوں
کی ادائی کا کام انجام دیا جا سکے یہ اقدام ان علاقوں
کی ترقی کے لئے ضروری ہے اس لئے کہ اگر ساہوکاروں
کو قدیم قرضوں کے بارے میں دبا رہنے دیا جائے تو پھر
انہیں اس کا موقع نہ ہوگا کہ وہ اس علاقہ کے ہمہ
جہتی پروگرام میں شرکت کر سکیں۔
اس کے ساتھ زمینات کے ... میں
لے اور ان قرضوں کے چکانے کے سلسلہ میں تصفیے
کرنے کے لئے یہ ادارہ کام انجام دے گا۔
مسٹر جمیل حسین نے مشورہ دیا ہے کہ تنگبھدرا
پراجکٹ کے ساتھ ان کی تجاویز پر عمل کیا جائے تو
مناسب ہے۔ (ادب)

ہندوستانی ریاستوں میں تعلیمی ترقی

ناخواندگی کے خلاف ایک مستقل مہم

تعلیم ان شعبوں میں سے ایک ہے جن میں ہندوستانی ریاستوں کو امتیاز حاصل ہے کئی ریاستوں میں ناخواندگی کی اشاعت کے لئے بڑے پیمانے پر منصوبے مرتب کئے گئے ہیں۔ اور ان پر تیزی سے عمل لایا جا رہا ہے۔ ابتدائی تعلیم تقریباً ہندوستانی ریاستوں میں مفت ہے اور اب اس کو تیزی کے ساتھ جبری اور لازمی بنایا جا رہا ہے۔ آج ہندوستانی ریاستوں میں سائنس، انجینئری اور طب وغیرہ علم کے ہر شعبے کے لئے بہترین کالج موجود ہے۔

تعلیم کے مختلف میدانوں میں سبقت لے جانے کے علاوہ بعض ہندوستانی ریاستوں میں پچھلے تیس سال میں جو تعلیمی ترقی ہوئی ہے۔ وہ برطانوی ہند کے بعض سب سے زیادہ ترقی پسند صوبوں کے مقابلہ میں زیادہ ہے۔ حالیہ مردم شماری سے ظاہر ہوتا ہے کہ برطانوی ہند میں خواندگی کا اوسط بارہ فیصد سے کچھ زائد ہے لیکن بعض ریاستوں میں خواندگی کا اوسط اس سے کہیں زیادہ ہے۔ مثلاً کوچین میں آبادی کا ۴۰ فیصد سے زائد خواندہ ہے۔ اس کے برخلاف برطانوی ہند کے کسی علاقہ میں خواندگی کا اوسط ۲۳ فیصد سے زیادہ نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ریاستوں نے تعلیم پر دل کھول کر روپیہ خرچ کیا ہے۔ متعدد ریاستوں میں ریاستی علاقے کے ہر تین میل کے رقبے کے لئے ایک مدرسہ ہے۔ ساچن کی چھوٹی سی ریاست میں ہر دو میل میں ایک مدرسہ قائم ہے۔

ہندوستانی ریاستوں کے تعلیمی نظام کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ ان میں تعلیم نہایت سستی ہے۔ تمام ہندوستانی ریاستوں میں چاہے وہ بڑی ہوں یا چھوٹی تحتانی تعلیم بالکل مفت دی جاتی ہے۔ بلکہ فوقانی اور جامعاتی تعلیم کے اخراجات کا بڑا حصہ بھی ریاستی حکومتیں ہی برداشت کرتی ہیں۔ ناونگر، حیدرآباد، مزاد رکوٹا جیسی بعض ریاستوں میں تعلیم بالکل مفت ہے اور بہت ساری دوسری ریاستوں میں ابتدائی اور اعلیٰ تعلیم کے اخراجات محض برائے نام ہیں۔

پچھلے بیس سال میں ریاستوں میں تحتانی تعلیم کی ترقی کی رفتار کافی تیز رہی ہے۔ کیونکہ یہی تعلیم تعلیمی نظام کی بنیاد ہے۔ ہندوستان میں سب سے پہلے بڑودہ نے مفت اور لازمی تحتانی تعلیم کا تجربہ شروع کیا۔ آج ۳۰ لاکھ کی آبادی کے صوبہ بڑودہ میں ۲۳۵۲ تحتانی مدارس ہیں۔ حیدرآباد میں تحتانی مدارس کی تعداد ۵۳۴۴ ہے جن میں ۵۱۸۳۱۴ طلباء تعلیم پا رہے ہیں۔ بمبئی میں ۲۳۰۴ مدارس قائم ہیں جہاں ۳۳۱۲۷۷ طلباء کو تعلیم دی جا رہی ہے۔

تعلیم نسواں

پچھلے چند سالوں میں تمام ریاستوں نے تعلیم نسواں کے میدان میں شاندار ترقی کی ہے۔ لڑکیوں کے کالجوں اور مدارس کی تعداد میں تیزی کے ساتھ اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ متعدد تعلیمی ادارے جو پہلے محض لڑکوں کے لئے مختص تھے اب لڑکیوں کے لئے بھی کھول دئے گئے ہیں۔ حیدرآباد میں لڑکیوں کے لئے آٹھ سو ثانوی مدارس کے علاوہ متعدد مدارس صنعت و حرفت، دستکاری یا بالکلیہ عورتوں کے لئے قائم کئے گئے ہیں۔ کوچین میں عورتوں کے لئے ایک کالج، پندرہ مدارس فوقانیہ، اٹھارہ ثانوی مدارس اور ۲۰۰ مدارس تحتانیہ قائم ہیں۔ اکثر ریاستوں میں طالبات کو نہ صرف تعلیمی وظائف اور مالی امداد دی جاتی ہے بلکہ ان سے جو فیس لی جاتی ہے وہ محض برائے نام ہوتی ہے۔ بھوپال، بہاولپور، جوناگڑھ اور فریدکوٹ جیسی ریاستوں میں پچھلے چند سالوں میں لڑکیوں کے مدارس کی تعداد میں سو فیصد اضافہ ہوا ہے۔ ریاست بڑودہ میں مخلوط تعلیم کا نفاذ ایک ایسے وقت عمل میں آیا جبکہ برطانوی ہند میں اس کا وجود تک نہیں تھا۔

جامعاتی تعلیم

حیدرآباد، ٹراونکور اور میسور کی اپنی علحدہ جامعات ہیں۔ بڑودہ، گوالیار اور جے پور میں جامعات کے قیام کے سلسلے میں کارروائی ہو رہی ہے۔ حیدرآباد کی جامعہ عثمانیہ ہندوستان میں اپنی نوعیت کا ایک ہی تعلیمی ادارہ ہے۔ یہاں تمام مضامین جن میں جدید علوم بھی شامل ہیں ریاست کی سرکاری زبان اردو میں پڑھائے جاتے ہیں۔ جامعہ میں ایک وسیع دارالترجمہ قائم کیا گیا ہے۔ جو ان تمام کتابوں کا اردو میں ترجمہ کرتا ہے جن کی جامعاتی تعلیم کے لئے ضرورت ہو۔ جامعہ عثمانیہ میں ریاضی، طبیعیات، کیمیا، نباتیات، زراعت اور طب کے علحدہ کالج قائم ہیں جن کی بدولت ایک اوسط شہری اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم حاصل کرسکتا ہے۔

جامعہ میسور کا افتتاح ۱۹۱۶ء میں ہوا اور یہ پہلی جامعہ تھی جو کسی ہندوستانی ریاست میں قائم کی گئی۔ یہ جامعہ حقیقی معنوں میں ایک تعلیمی ادارہ ہے جہاں تعلیم ٹیوٹوریل طریقہ اختیار کیا گیا ہے جو طلباء کے لئے نہایت ثابت ہوا ہے۔ جامعہ کی طرف سے امتیاز حاصل کرنے والے طلباء میں کو تحقیقاتی، ابحاث طلباء اور بیرونی وظائف دئے جاتے ہیں تاکہ انہیں اعلیٰ تعلیم تحقیقات کا موقع دیا جائے۔ جامعہ ٹراونکور جو جامعات میں سب سے کم عمر ہے فنی تعلیم کی ترقی عمل میں تحقیقات کی توسیع اور کیرالا کے فن اور تہذیب کی بقا و ترقی کی خدمت خاص تو کر رہی ہے۔

پیشہ وری تعلیم

عام تعلیم کی ترقی کی رفتار کو تیز کرنے کی کوشش میں ہندوستانی ریاستوں نے پیشہ وری تعلیم کو نظر انداز نہیں کیا ہے۔ حیدرآباد میں ایک ٹکنیکل کالج، ایک مدرسہ فنون لطیفہ و دستکاری اور لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے متعدد مدارس صنعت و حرفت قائم ہیں۔ کوچین میں سنگیات کے پانچ مدارس اور کئی دوسرے فنی ادارے موجود ہیں۔ میسور میں ایک انجینئرنگ کالج اور چند صنعتی مدارس ہیں طلباء کو صنعت و حرفت کی تعلیم دی جاتی ہے۔ بڑودہ میں ۱۸۹۰ء میں ایک مرکزی ٹکنیکل انسٹیٹیوٹ قائم کیا گیا جہاں طلباء کے لئے میکانی انجینئرنگ، برقی انجینئرنگ، سیول انجینئرنگ، ٹکنالوجی، پارچہ بافی، مصوری، فوٹوگرافی، فنی تعمیر اور تجارت کی تعلیم کا انتظام ہے۔ کشمیر کے فنی مدارس میں تجارتی مصوری اور ڈرائنگ، پارچہ بافی اور رنگ سازی، سوزن کاری اور چھاپہ کی صنعت کی تربیت دی جاتی ہے۔ ٹراونکور کے ٹکنیکل انسٹیٹیوٹ کی تعمیر پر ۳ لاکھ روپے سے زائد مصارف عائد ہوئے اور اس کی توسیع اور تعمیر انجمن کے لئے ۱۰ لاکھ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔ کوچین میں بھی لوہے اور پیتل کو ڈھالنے اور قلعی کرنے کی تعلیم دینے کے لئے ادارے قائم کئے گئے ہیں۔ ریاستی باشندوں کے لئے پیشہ وری کی زندگی کے نئے نئے مواقع پیدا کرنے کے لئے ہندوستانی ریاستوں میں انجینئرنگ کے مدارس اور صنعتی اور تجارتی مدارس میں روز افزوں اضافہ کیا جا رہا ہے۔

تعلیم بالغان کی مہم

پچھلے چند سالوں میں ریاستیں عام ناخواندگی کے خلاف ایک مستقل مہم میں مصروف ہیں۔ مدارس تعلیم بالغان کے مرکز اور گشتی کتب خانوں کے ذریعہ بالغ آبادی میں خواندگی کے معیار کو بڑھانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

تعلیم بالغان کی مہم ۱۹۳۸ء میں بڑودہ میں شروع کی گئی تھی وہاں بڑے موثر ... جہاں

کانگریس سامراج کے خلاف نہیں بلکہ لیگ کے خلاف لڑ رہی ہے

آل انڈیا کانگریس کمیٹی میں ڈاکٹر اشرف اور میاں افتخار الدین کی تقریریں

ڈاکٹر محمد اشرف نے مجلس دستور ساز کا جو خاکہ پیش کیا اس میں مسلمانوں کی اکثریت کے علاقے میں ان کے حق خود اختیاری کو تسلیم کیا گیا۔

مولانا آزاد نے ڈاکٹر اشرف سے کہا کہ وہ اپنی ترمیم واپس لے لیں تو بہتر ہے کیونکہ کمیونسٹوں کو کانگریس سے نکالنے کا سوال اٹھ چکا ہے لیکن انھوں نے جو زمین ہموار کی ہے اسے کسی طرح روکا ہے۔ اگر آپ نے ترمیم پیش کی تو معاملہ قابو سے باہر ہو جائے گا اور اگر ترمیم منظور ہوئی تو پھر ان کے ہاتھ پاؤں بندھ جائیں گے۔ اشرف نے جواب دیا میں نے اس ترمیم میں آپ کی رام گڑھ کی تقریر اور سری نگر والے بیان ہی کی تشریح کی ہے اس لئے ترمیم کو واپس لینے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ ڈاکٹر اشرف کا اتنا کہنا تھا کہ کمیونسٹوں کے مخالفین نے شور مچانا شروع کر دیا۔ کانگریسی کمیونسٹوں کی صف سے کمیونسٹ پارٹی مردہ باد کے نعرے لگنے لگے۔ لیکن ڈاکٹر اشرف پوری قوت سے بولتے رہے اور شور ختم ہو گیا۔ یہ دیکھ کر گرد ناتھ آریا نے جو آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے ممبر ہیں اور ہر وقت ترشول لئے رہتے ہیں۔ اٹھ کر کہا کہ ہم کمیونسٹوں کی تقریر نہیں سنیں گے۔ مولانا آزاد نے کہا کہ جب تک ڈاکٹر اشرف آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے ممبر ہیں انہیں تقریر کرنے کا حق ہے۔

ڈاکٹر اشرف کے بعد پنڈت نہرو اور سردار پٹیل کی تقریروں سے واضح ہو جاتا ہے کہ کانگریس اس الکشن کی مہم کو آخری جہاد آزادی کی تمہید خیال کرتی ہے جس کی بنیاد کروڑوں انسانوں کی بیداری پر ہے۔ آزادی کی یہ لگن ریاستی پرجا اور مسلمانوں کی اکثریت کے علاقوں میں مثلاً سندھ مشرقی بنگال پنجاب اور سرحد میں بھی پائی جاتی ہے۔ ان علاقوں میں آزادی کا پیغام مسلم لیگ کی زبانی پہنچا ہے۔ سندھ کی تیس لاکھ کی آبادی میں مسلم لیگ کے ممبروں کی تعداد تین لاکھ ہے اور مشرقی بنگال میں پانچ لاکھ۔ پچھلے سال لیگ کے ممبروں کی تعداد بیس لاکھ تھی اس بیداری کے ساتھ ان میں اپنی آزادی کا حوصلہ بھی پیدا ہوا ہے اپنے خود ارادیت کا جذبہ بھی۔ حق خود ارادیت کا یہ جذبہ تمام مسلمانوں میں مشترک ہے۔ خود خان عبدالغفار خاں کے صوبے کے کانگریسیوں نے اور مولانا حفظ الرحمٰن کی جمعیت العلماء ہند نے بھی اس کا مطالبہ کیا ہے۔ ویول کی چال یہ ہے کہ ہندوستان کی مختلف قومی تحریکیں ایک دوسرے سے لڑتی رہیں تاکہ حکومت کا دور چلتا رہے ویول کو شکست دینے کے لئے ضروری ہے کہ کانگریس لیگ ایک ساتھ مل کر آگے بڑھیں۔ انھوں نے کانگریس سے اپیل کی کہ وہ ان کی ترمیم مان لے جس میں حق خود ارادیت کو مسلم اکثریت کے علاقوں کو اگر وہ چاہیں تو اپنی علاحدہ مجلس دستور ساز بنانے کا حق مان لیا گیا ہے۔ لیکن اب کانگریس کمیٹی کے کمیونسٹ دشمن ممبروں نے میز پیٹنی شروع کر دی تھیں اور شور مچا رہے تھے ان کی دیکھا دیکھی کانگریس کے کارکنوں نے غل مچایا کہ ڈاکٹر اشرف کی آواز دبا دی۔ آج تک کانگریس کمیٹی کے اجلاس میں کبھی ایسا نہ ہوا تھا کہ کسی ممبر کو خواہ وہ کتنی ہی تلخ بات کہے بولنے سے روک دیا گیا ہو۔ پہلی بار ایسا ہوا کہ کانگریس کمیٹی نے ایک رکن کو اس کے جمہوری حق سے محروم کرنے کے لئے یہ اوچھے حربے اختیار کئے۔

کئی اور ترمیمیں پیش ہوئیں۔ ان میں میاں افتخار الدین ایم ایل اے۔ صدر پنجاب صوبائی کانگریس کمیٹی کی ترمیم خاص اہمیت رکھتی تھی انھوں نے اپنی تقریر میں کہا کہ کانگریس گو پچھلے ساٹھ سال میں مضبوط سے مضبوط تر ہوئی ہے اور آج جتنی مضبوط ہے اتنی کبھی نہ تھی لیکن کتنے شرم کی بات ہے کہ ہم نے شملہ ہی میں ویول کو اپنا لیڈر مان لیا الکشن کا زمانہ آ رہا ہے لیکن صورت حالات کیا ہے مجھے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس الکشن میں ہم انگریزوں کے خلاف نہیں لڑنے جا رہے ہیں لیکن ایک دوسرے کے خلاف کانگریس لیگ کے خلاف اور لیگ کانگریس کے خلاف۔ میاں صاحب نے مسلمانوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اس پچیس ہزار کے مجمع میں مشکل سے ۲۵ مسلمان ہوں گے اس کی وجہ ہے کہ مسلمان کانگریس کے ساتھ نہیں ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ مسلمان فرقہ پرست ہیں اس لئے وہ مسلم لیگ کے ساتھ ہیں میں پوچھتا ہوں کہ ہندو اپنے فرقہ پرست لیڈروں کی پیروی کیوں نہیں کرتے وہ کیوں کانگریس کے ساتھ ہیں؟ ہمیں محسوس کرنا چاہئے کہ لیگ کے رہنما خواہ کیسے ہی ہیں کیوں نہ ہوں مسلمانوں کی آرزو [illegible] کے ساتھ ہے کیوں؟ اس لئے کہ لیگ مسلمانوں کے جذبۂ آزادی اور خود اختیاری کی رہنمائی کرتی ہے۔ لیگ مسلمانوں کی کانگریس بن چکی ہے جب تک ہم اس حقیقت کو نہ دیکھیں گے ہمارے مسائل حل نہ ہو سکیں گے مسلمان اپنی اکثریت کے علاقوں میں مکمل آزادی چاہتے ہیں ہمیں اس حق کو مان لینا چاہئے اور ان کے شبہات کو دور کر دینا چاہئے۔

میاں صاحب کی تقریر اتنی مدلل اور [illegible] تھی کہ جس وقت انھوں نے تقریر ختم کی تو چاروں طرف سے تالیاں بجنے لگیں۔ سوامی سہجانند ۲۵ روپیہ والوں کی صف میں بیٹھے ہوئے تھے میاں صاحب کی تقریر شروع ہوئی تو انھوں نے لوگوں سے کہا شور مچا دو "کمیونسٹ بول رہا ہے"۔ لوگوں نے کہا نہیں میاں صاحب پنجاب کانگریس کے صدر ہیں۔ سوامی جی بولے اس سے کیا ہوتا ہے وہ کمیونسٹوں کے ساتھ مل کر کام کرتے ہیں۔ پنڈت ٹیک رام شرما پنجاب کے آریہ سماجی کانگریسی میاں صاحب کا جواب دینے کھڑے ہوئے لیکن مسلم لیگ کو گالیاں دینے کے سوا کچھ نہ کہہ سکے۔ اب پنڈت نہرو جواب دینے کھڑے ہوئے انھوں نے کہا کہ میاں افتخار الدین اور ڈاکٹر اشرف دونوں کی ترمیموں کے ابتدائی الفاظ معقول سے معلوم ہوتے ہیں لیکن ان کی دم ٹوٹتی ہے حق خود ارادیت پر۔

حق خود ارادیت معقول بات ہے۔ ہم نے جب ہندوستان کے لئے یہی نعرہ لگایا تھا لیکن میاں صاحب کی ترمیم کا منشا یہ ہے کہ مجلس دستور ساز میں مسلم نمائندوں کو ہندوستان کے ٹکڑے کرنے کا حق ہوگا۔ حق خود ارادیت کا نعرہ یورپ میں ۱۹۱۸ء کی جنگ کے بعد لگا تھا لیکن اس سے مسائل حل نہیں ہوئے اب کے تو لوگ حق خود ارادیت کی بجائے فیڈریشن کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ نہ جانے پنڈت نہرو کو یہ باتیں کون بتاتا ہے ۱۹۱۸ء کی جنگ کے بعد یہ نعرہ لگا تھا لیکن اس پر پوری طرح عمل نہیں ہوا۔ اب کی اسی اصول کی بنا پر یورپ میں جمہوریت اور انصاف اور آزادی کی تحریک کامیاب ہوئی ہے۔ یوگوسلاویہ میں چیکوسلواکیہ میں اور سوویت یونین میں حق خود ارادیت کا اصول برسر عمل ہے۔

اب پنڈت جی کا [illegible] کہتے ہوئے [illegible] نے میاں صاحب کو چیلنج کیا کہ وہ یوپی میں آئیں اور دیکھیں کہ مسلمان کس کے ساتھ ہیں۔ کانگریس کے مسلم لیگ سے چڑ جانے کا خیال [illegible] میں وہ ووٹ کس کو دیتے ہیں۔ دوسرا سوال ہے انھوں نے کیا کر دکھایا [illegible] کر دیں ہم نے اتنی بار سمجھوتے کی کوشش کی لیکن [illegible]

[illegible]

بقیہ صفحہ [illegible]

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

بلا تنقید

آل انڈیا کانگریس کمیٹی میں جب پہلے روز پنڈت نہرو نے تقریر شروع کی موسلا دھار بارش شروع ہوگئی اور تقریر کو بند کرنا پڑا۔ دوسرے دن جب پنڈت جی نے ابھی پہلا جملہ بھی پورا نہ کیا تھا کہ لاوڈ اسپیکر فیل ہوگئے۔ ایک جرنلسٹ نے کہا کہ اگر انتظام نہیں کر سکتے تھے تو اتنا بڑا تماشہ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ ہر شخص دیکھ رہا تھا کہ لاوڈ اسپیکر کا انتظام نہایت ناقص ہے حالانکہ اہالیان بمبئی نے چار لاکھ روپے جلسے کے لئے جمع کئے تھے۔ ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی جب ہم نے سنا کہ اس کا الزام بھی کمیونسٹوں کے سر ہے۔ اس پرائیوٹ پریس کے نمائندے سے نہیں کہا کہ مل یا نل صاحب کہیں گے کہ پانی بھی کمیونسٹ برسا رہے ہیں۔ (نامہ نگار قومی جنگ)

اگر والیان ریاست کے اس غور و فکر کا نتیجہ یہ برآمد ہو کہ ہندوستانی ریاستوں کی ایک متحدہ یونین قائم کی جائے تو اس کے یہ معنے ہوں گے کہ ہندوستان دو حصوں میں منقسم ہو جائے۔ ایک آزاد ہندوستان اور دوسرا ہم غلام ہندوستان تو نہیں کہیں گے لیکن غیر آزاد ہندوستان ضرور کہیں گے۔ درحقیقت ایسی صورت کا منشاء معلوم ہوتا ہے کہ دیا کو کو خود مختاری حاصل کرنے کے لئے برطانوی ہند کی غلامی اختیار کرنی چاہیے۔ بست

گفت راز زندگی در مردن است

شمع را صد جلوہ از افسردن است

سنہ ۱۹۲۳ کے مواد میں بیان کیا گیا ہے کہ۔ لڑائی کے بعد دنیا سیاسی تنظیم جدید کی دشواریوں سے گزر رہی ہے اور حالات نے نمایاں طور پر جمہوریت کا رخ اختیار کر لیا ہے۔

چنانچہ انہی جمہوری رجحانات کی مطابقت میں محاصل کا بار (۹۵) فی صد ناداروں پر عائد کیا گیا اور زرداروں کو ہر بار سے محفوظ کر دیا گیا۔

موازنہ کی صحافتی کانفرنس میں نواب لیاقت جنگ بہادر نے عبدالرحمن صاحب رئیس اور قاضی عبدالغفار صاحب کی دولت سے مرعوب ہو کر دبی زبان سے اعلان کر دیا کہ محروم ٹرسٹ کے لئے تیس لاکھ کی جو رقم محصول زائد منافع سے دی گئی ہے وہ کسی اور مد سے ادا کر دی جائے گی۔

سرمایہ داروں کی بیجے! مرزا مقصود احمد خان زندہ باد!

جن سیاسی حالات کے تحت محصول زائد منافع عائد کیا گیا تھا انہی حالات کے تحت ملازمین سرکار کو گرانی الاونس دیا جا رہا تھا لیکن محصول ختم کر دیا گیا اور الاونس جاری ہے۔ آخر یہ کیا بوالعجبی ہے۔

نواب لیاقت جنگ بہادر نے سرمایہ داروں کو خوش کر دیا اور سرکاری ملازمین کو خوش کر دیا اور باقی رعایائے آصفی کو نواب صاحب نے مسٹر ولدین کے سپرد کر دیا۔

ہمارے ایک دوست کا بیان ہے کہ ان کے ایک عزیز کو شہر کے ایک بڑے ہسپتال میں داخل کیا گیا۔ مریض کو (۲۴) گھنٹے تک تکیہ نہ مل سکا۔

ہماری رائے میں مریض کو ہسپتال میں داخل ہوتے وقت یہ مقولہ پیش نظر رکھنا چاہیے۔

بیچ ۔ تکیہ بر عمر ناپائدار

اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ:۔

پنڈت جواہر لال نہرو نے ہندوستان کے لئے ایک لائحہ عمل پیش کیا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ اہم صنعتوں کو قومی ملکیت قرار دیا جائے گا۔ زمینداری کو برطرف کیا جائے گا اور اجتماعی کاشت کا طریقہ اختیار کیا جائے گا۔

اس پروگرام کے ساتھ تو پنڈت نہرو کو کانگریس کے بجائے کمیونسٹ پارٹی میں شریک ہونا چاہیے تھا مگر یہ عجیب معمہ ہے کہ پنڈت جی کمیونسٹوں کے نقش قدم پر بھی چلتے ہیں اور ان کو ہدف ملامت بھی بناتے ہیں۔ اس موقع پر ہمیں مسٹر جناح کا یہ مقولہ یاد آگیا کہ پنڈت جی بنارس اور ماسکو کے درمیان معلق ہیں۔

مسٹر نرسنگ راؤ کی صدارت میں مسٹر کاشی ناتھ راؤ نے سکندرآباد میں ایک جلسہ کو مخاطب کیا۔ مسٹر نرسنگ راؤ نے صدارتی تقریر میں فرمایا کہ:۔

"اب وقت آگیا ہے کہ حیدرآباد

باقی ہندوستان کے ساتھ ساتھ چلے"

مگر سوال یہ ہے کہ باقی ہندوستان کدھر جا رہا ہے! جو خود گمراہ ہو وہ دوسروں کی کیا رہنمائی کر سکتا ہے۔

فسادات بمبئی کا تعلق کانگریس کے رویہ سے ہے۔ (برطانوی اخبارات کی سرخی)

تو گویا کانگریس مسلم عوام تک پہنچ گئی!

اتحاد المسلمین کو عرب بھی اپنا ادارہ سمجھتے ہیں۔ (اخباری سرخی)

اور بعض غیر عرب ارکان اس ادارہ کو اپنا اجارہ سمجھتے ہیں۔

اگر مسٹر جناح مجھ کو موقع دیں تو میں اور سارے خاکسار لیگ میں شامل ہو جائیں گے (علامہ مشرقی)

ایک دوسری خبر یہ ہے کہ ادارہ علیہ کے نائب ناظم اعلیٰ بمبئی نے آئندہ انتخابات میں خاکساروں کی کامیابی کے لئے کام کر رہے ہیں۔ علامہ مشرقی کا حکم ہے کہ خاکساروں کو ہر قیمت کامیابی حاصل کرنی چاہیے۔

بیچ۔ جذبہ بے اختیار شوق دیکھا چاہیے۔

ہندی ساہتیہ سمیلن کی نئی تحریک

کل ہند ہندی ساہتیہ سمیلن کی ایک کمیٹی ہندوستانی ریاستوں کے متعلق ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ ہندی کے بارے میں واقعات اور حالات کی تحقیق کرے۔ اس کے صدر مسٹر موتی چند شرما ایم۔ اے۔ ایل ایل۔ بی نے انگریزی میں ایک خط ہندوستانی ریاستوں کے روساء کے نام بھیجا ہے جس کا اردو ترجمہ ذیل میں درج ہے۔ رائے زنی آئندہ کی جائے گی۔

جناب من۔

مجھے یقین ہے کہ آپ کل ہند ہندی ساہتیہ سمیلن کی ان مساعی سے واقف ہوں گے جو وہ ہندی کو مادری زبان اور ہندوستان کی مشترک قومی زبان کی حیثیت سے ترقی دینے اور اس کی اشاعت کرنے میں انجام دے رہی ہے۔

اس مہم میں ہندوستان کی ریاستوں اور ان کی حکومتوں نے بہت نمایاں حصہ لیا۔ انھی میں بعض ایسی ریاستیں بھی ہیں جنھوں نے زبان کو اپنی اصلی خالص شکل میں محفوظ رکھا اور جو انھی میں سے بعض نے سب سے آگے بڑھ کر یہ کیا کہ ہندی کو جس قدر بھی ممکن ہوا دفتری گدی پر متمکن کر دیا۔

اس کوشش کی ابتدا اس طرح کی گئی کہ پہلے عدالتوں میں دیوناگری رسم الخط کو رائج کرایا گیا جہاں سے اس کا رواج موقوف ہو چکا تھا۔ پھر دوسرا قدم یہ تھا کہ اس مصنوعی مرکب کی بجائے جو عربی فارسی الفاظ سے گراں بار اور سیاسی اسباب سے رواج پذیر ہوا تھا اور بہ ایں ہمہ ملک کے عام باشندوں کے لئے بالکل ناقابل فہم تھا اپنی وہ پوتر زبان رائج کی گئی۔

اس باب میں کافی ترقی ہو چکی ہے لیکن ہمیں اطمینان دلانے کے لئے کہ ہماری زبان نے وہ مرتبہ حاصل کر لیا جو ہر مہذب ملک کی مادری زبان کا قدرتی حق ہوتا ہے، ابھی اور بہت کچھ کرنا باقی ہے۔

ریاستوں میں ہندی کی نشو و نما کی تدابیر طے کرنے کی غرض سے سب سے پہلے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ مختلف ریاستوں میں سرکاری دفاتر نیز عام لوگوں میں اس کی حیثیت اس وقت کیا ہے۔ اس مقصد کے واسطے آل انڈیا ہندی ساہتیہ سمیلن نے اپنی صدارت میں ایک کمیٹی قائم کی ہے اور میں آپ سے پرخلوص گزارش کرتا ہوں کہ آپ اور آپ کی حکومت اس کمیٹی کو پوری امداد اور رہنمائی سے مستفید کریں تاکہ حقیقت حال معلوم کرنے کو یہ ساری کام مزید تکمیل کو پہنچ جائے۔

میں اس خط کے ساتھ ہندی اور انگریزی میں ایک ایک سوال نامہ ملفوف کرتا ہوں جو جواب کے لئے آپ ان میں سے کسی ایک کو دے سکتے ہیں۔

جواب کے لئے جو جگہ چھوڑی گئی ہے اگر وہ کم پائی جائے تو علاحدہ سادہ کاغذ لگایا جائے لیکن کسی حال میں جواب کو مختصر یا کوتاہ نہ کیا جائے کیوں کہ جواب جس قدر مفصل ہوں گے اسی قدر ظاہر ہے کہ وہ زیادہ مفید مطلب ہوں گے۔ کمیٹی آپ کی نہایت احسان مند ہوگی اگر سوال نامے کے جوابات کسی بہت قریبی تاریخ میں آپ ازرہ عنایت ہمیں ارسال فرما دیں۔

اگر سوال نامے کے جوابات ادا کرنے میں کسی وجہ سے تاخیر ہونے کا قرینہ ہو تو بھی مہربانی سے اس مراسلے کی رسید مندرجہ بالا پتے سے ضرور ارسال کر دی جائے۔

آپ کا مخلص

ایم۔ سی شرما (الہ آباد)

سوال نامہ

ا۔ سرکاری زبان

۱۔ ریاست کی سرکاری زبان کیا ہے۔ ہندی یا اردو؟

۲۔ رسم خط کون سا استعمال کیا جاتا ہے۔ ناگری یا فارسی؟

۳۔ یہ زبان اور رسم خط کس حد تک عدالتوں اور دفاتر میں رائج ہے؟ انگریزی کہاں سے شروع ہوتی ہے؟

۴۔ زبان اور رسم الخط کتنی مدت سے استعمال میں ہے؟ اور ان سے پہلے کس سے کام لیا جاتا تھا؟

۵۔ آئندہ کے لئے زبان اور خط کے باب میں ریاست کا منشا یا پالیسی کیا ہے؟

ف۔ براہ کرم نمونوں کے طور پر سرکاری جرائد، عدالتی احکام و تجاویز دفتری مراسلات اور دستاویزوں وغیرہ کی نقول شامل کر دیجئے۔

ب۔ مقبول عام زبان

۱۔ ریاست کے باشندے بول چال اور تحریر میں عام طور پر کیا زبان استعمال کرتے ہیں؟

ف۔ اس میں خط کتابت، تجارت، حسابات، عام تقریریں اور عام گفتگو شامل ہیں۔

۲۔ ۱۹۳۱ء کی مردم شماری کی رو سے ہندی بولنے والے اور دوسری زبان بولنے والوں کی تعداد کیا تھی؟

۳۔ کوئی صوبائی زبان یا بولی اور بھی متوازی بول چال میں استعمال ہوتی ہے؟ آیا اس بولی میں ترقی یافتہ کتابیں بھی ہیں؟

۴۔ ایسی زبان یا بولی کا رسم الخط کیا ہے؟

۵۔ کیا عام لوگ یا ریاست کی سرکار یہ میلان رکھتی ہے کہ اسی مقامی علاقائی بولی کو سرکاری زبان بھی قرار دے دیا جائے؟

ف۔ مہربانی سے ایسی بولی کے کاغذات بطور نمونے کے ارسال کیجئے۔

ج۔ تعلیمی اداروں کی زبان

۱۔ ابتدائی، وسطانی اور فوقانی مدارس میں ذریعہ تعلیم کیا ہے؟

۲۔ اگر ہندی یا اردو متبادل زبانوں کے طور پر ذریعہ تعلیم ہیں تو ہندی اور اردو اختیار کرنے والے طلبا کی تعداد اور اوسط بتائی جائے۔

۳۔ اگر ذریعہ تعلیم ہندی نہیں ہے تو کیا غیر سرکاری ادارے ایسے ہیں جہاں ہندی کے ذریعہ تعلیم دی جاتی ہے۔ براہ کرم اس کے نام اور پتے تحریر کئے جائیں۔

۴۔ اگر ہندی ذریعہ تعلیم نہیں تو سرکاری مدارس (۱) برائے اطفال اور (۲) بنات میں ہندی کی تعلیم کا کیا انتظام ہے؟

۵۔ کیا ان طلبہ کے لئے کوئی انتظام ہے جو سمیلن کے ہندی امتحانات میں شرکت کرنا چاہتے ہیں؟

(ا) کن مرکزوں میں یہ امتحانات لئے جاتے ہیں؟

(ب) اگر امتحان میں تیاری کے واسطے مدرسے ہوں تو مہربانی سے ان کے نام اور پتے تحریر کئے جائیں۔

۶۔ ان کے علاوہ ریاست میں ہندی کے اور کوئی امتحان اگر لئے جاتے ہیں تو ان کی اور (ا) ان کے مرکزوں اور (ب) پاٹ شالوں کی جن میں طلبہ ان امتحانوں کے لئے تیار کئے جاتے ہوں، صراحت فرمائی جائے۔

۷۔ کیا ریاست میں کالج بھی ہیں؟ آیا ان میں ہندی لازمی زبان کے طور پر کیسے پڑھائی جاتی ہے؟

د۔ متفرق

۱۔ اگر ریاست کا کوئی کتب خانہ ہے تو اس میں ہندی کی حیثیت کیا ہے؟ خرید کتب و رسائل کی مقررہ رقم میں سے کتنی ہندی مطبوعات پر خرچ ہوتی ہے؟

۲۔ اگر ذیل کی قسم کے ادارے ریاست میں ہوں تو براہ کرم ان کے نام اور پتے تحریر کئے جائیں۔ (ا) اشاعت خانے (ب) ہندی کے دارالمطالعے اور کتب خانے (ج) ہندی کے چھاپہ خانے (د) ہندی کی ادبی انجمنیں (ہ) ہندی رسائل۔

۳۔ پرانی سنسکرت یا پراکرت اور ہندی کتابوں کی بہم رسانی، حفاظت اور اشاعت کی کیا صورت ہے؟ آئندہ کے کیا امکانات ہیں؟

(ہماری زبان)

موازنہ ۱۳۵۵ف

معاصرین کی آرا کا اقتباس

میزان

اس موازنہ میں کہیں بھی نمایاں طور پر جمہوریت کے رخ کا پتہ نہیں چلتا۔ مختصر یہ کہ سال حال کے موازنہ میں وہی قدامت پسندانہ جھلک دکھائی دیتی ہے اور ترقی کے کوئی آثار نظر نہیں آتے۔ اس موازنہ میں ذمہ داریاں اور محاصل کا بار زیادہ تر غریب طبقہ پر عائد کیا گیا ہے اور سرمایہ دار اور خوش حال طبقہ جو حکومت کے خرچ سے زیادہ مستفید ہوتا ہے ان سے بالکل آزاد ہے .... یہ امر باعث مسرت ہے کہ حکومت نے امداد باہمی کے محکمہ پر بھی اپنی توجہ مبذول کر دی ہے۔ (۰۰۰ ۰۰) لاکھ روپے کے زائد [illegible] عرصے محکمہ ہذا کو وسعت دی گئی ہے۔ محکمہ امداد باہمی اس طبقہ کی مدد بکار آتا ہے جو ہماری آمدنی کا حقیقی ذریعہ ہے۔

بعد جنگ [illegible] قومی تعمیری پروگرام کے پیش نظر فوجی مصارف کے لئے اتنی گنجائش فراہم کرنا بھی بے انصافی نہیں ہے اور قومی وسائل کا اس طرح استعمال کسی طرح مناسب بھی نہیں معلوم ہوتا خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ طبابت اور صحت عامہ جیسے اہم محکمے کے لئے صرف (۲۰) (۶۱) لاکھ روپے [illegible] گئے [illegible] کے مقابلہ میں فوجی مصارف کے لئے (۵۴) لاکھ منظور کئے گئے۔

آخر محکمہ فینانس ان جمہوری رجحانات کی قدر [illegible] ہے کہ صدر المہام بہادر نے اپنی تقریر میں ذکر کیا ہے تو ایسی صورت میں جب جدید محاصل کے لئے آئندہ اقدام کئے جائیں تو قوانین سے اس رجحان کا ثبوت بہم پہنچانا ہوگا۔ راست محاصل انہی لوگوں پر عائد کئے جانے چاہئیں جو صاحب استطاعت ہیں۔ بہ حالات موجودہ حیدرآباد میں انکم ٹیکس نافذ نہیں ہے۔ سابق صدر المہام فینانس مسٹر غلام محمد نے انکم ٹیکس کے سلسلہ میں ساری تفصیلات مرتب کر لی تھیں لیکن [illegible] افراد اور کاروباری [illegible] کی شدید مخالفت کرنا پڑا نہیں اپنی اسکیم [illegible] لیکن [illegible] اس طبقہ سے محصول وصول کیا ہی جانا چاہئے۔ ...... جدید محاصل کے نفاذ کی راہ میں خود غرضانہ عناصر رکاوٹیں پیدا کر رہے ہیں۔ سرکاری سررشتہ جات میں ایسی جماعت بندیاں اور اقارب پروری پیدا ہو چکی ہیں جو ایک دوسرے کو ختم کرنے کے درپے ہیں۔ ان حالات کے تحت آنریبل صدر المہام فینانس کو آمدنی اور اخراجات میں توازن پیدا کرنا ہوگا۔ انتہائی حزم و احتیاط کے ساتھ خود غرضانہ مفادات سے مقابل حاصل کرتے ہوں گے۔

مشیر دکن

سررشتہ جات قومی تعمیر کے لئے بڑی مقدار میں رقوم مخصوص موازنہ ہیں۔ مختلف سررشتہ جات کے منجملہ سررشتہ تعلیمات اور سررشتہ حفظان صحت و طبابت خاص طور پر قابل ذکر ہیں .... سررشتہ تعلیمات [illegible] کی تحریک پر حکومت نے ایک پنج سالہ اسکیم ترویج تعلیم ابتدائی کی منظوری پیش حضور علحضرت بندگان عالی سے حاصل فرمائی تھی اور یہ اسکیم ۱۳۵۱ف سے ۱۳۵۵ف تک نافذ تھی۔ اسکیم کا منشاء صاف و صریح طور پر ظاہر کیا گیا تھا کہ ایسے کل مقامات ملک سرکار عالی میں جن کی آبادی ایک ہزار یا اس سے زائد ہے لازمی طور پر مدرسہ قائم کیا جائے۔ اس امر کا تخمینہ کیا گیا تھا کہ مدت اسکیم کے اختتام ہوکر قریباً ایک سال گزر گیا ہے اور جو [illegible] سررشتہ تعلیمات یہ بتلانے پر آمادہ نہیں ہے کہ آیا اسکیم کامیاب ہو چکی یا اس میں ابھی کوئی کمی باقی ہے۔ اب موازنہ ۱۳۵۵ف میں ایک ہزار سے زائد آبادی والے مقامات کے لئے (۲۰۱) مدارس ابتدائی ذکور اور (۱۰۰) مدارس ابتدائی نسواں کے قیام کے لئے رقم کا تخمینہ کیا جانا یہ ثابت کر رہا ہے کہ اسکیم ترویج تعلیم ابتدائی ناکام رہی۔

طب یونانی و ویدک سے متعلق یہ ظاہر ہوتا ہے کہ دو جدید دواخانے قائم کئے جائیں گے اور موجودہ ایلوپیتھک دواخانوں کے لئے اسٹاف میں اضافہ کی گنجائش رکھی گئی ہے۔ طب یونانی و ویدک سے متعلق پبلک محسوس کرتی ہے کہ حکومت کی توجہ بطور کافی مبذول نہیں رہی ہے۔ اس مد کے لئے ابتدا سے تخمینہ صرف (۳۵۱) ہزار روپیہ سالانہ [illegible] رہا ہے جو ملک سرکار عالی جیسی بڑی ریاست اور اس کے [illegible] کروڑ سے زائد رعایا کی طبی ضروریات کے مد نظر بہت کم ہے۔

صبح دکن

جنگ ختم ہو چکی ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ پچھلے سال کے اندر اس تباہ کن ہنگامہ نے جو اثرات پیدا کر دئے ہیں وہ ابھی ساری دنیا کے لئے تشویش دہ ہیں۔ چنانچہ زیر نظر موازنہ میں آمدنی و خرچ کے تخمینہ جات اس مفروضہ پر مرتب کئے گئے ہیں کہ حالات جنگ کچھ وقت تک جاری رہیں گے۔ ہمارے خیال میں محض اس مفروضہ پر تخمینہ جات کی ترتیب کافی نہیں ہے بلکہ حکومت کو یہ یقین رکھنا چاہئے کہ نہ صرف حالات جنگ کچھ وقت تک جاری رہیں گے بلکہ جو معاشی ابتری پیدا ہو چکی ہے اس کا انسداد بھی کرنا ہوگا۔ اور اس کا سب سے زیادہ مفید ذریعہ یہ ہے کہ ملک میں صنعت و حرفت کو فروغ دینے کی کوشش کی جائے اور حکومت برطانیہ سے ایسے آلات حاصل کئے جائیں جن کو کام میں لا کر مقامی مصنوعات کے لئے اوزار مہیا کئے جا سکیں۔ .... ہم حکومت کی اس حکمت عملی کو سمجھنے سے قاصر ہیں کہ وہ ختم جنگ کے بعد بھی فوجی مصارف میں تخفیف کرنا نہیں چاہتی بلکہ اس شعبہ کے لئے گزشتہ سال سے زیادہ رقم صرف کرنے پر آمادہ ہے۔ ہمارے نزدیک ۱۳۵۵ف کے موازنہ کی سب سے بڑی خوبی یہ ہونی چاہئے تھی کہ اس میں جنگی ضروریات سے زیادہ قومی تعمیر کے کاموں کو اہمیت دی جاتی اور ان شعبوں کے لئے بڑی بڑی رقمیں مختص کی جاتیں جنہیں صحیح معنوں میں تعمیری شعبے کہا جا سکتا ہے۔ اس نقطہ نظر سے غور کیجئے تو معلوم ہوتا ہے کہ زیر نظر موازنہ کی ترتیب میں [illegible] اس کے کوئی ترقی پسندانہ رجحان موجود نہیں ہے کہ اخراجات سال گزشتہ کے مقابلہ میں بڑھ گئے ہیں اور جن شعبوں پر زیادہ صرف کرنے کا وعدہ کیا گیا ہے ان میں بھی کسی خاص امتیاز سے کام نہیں لیا گیا ....

۱۳۵۵ف سے محصول زائد منافع ختم کیا جا رہا ہے اور اس طرح آمدنی کی ایک بڑی مد موازنہ سے خارج ہوتی جا رہی ہے۔ ایسی صورت میں فطری طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آئندہ زمانہ میں جبکہ تعمیری کاموں کے لئے حکومت کو روپیہ کی شدید ضرورت ہوگی اس کمی کی تلافی کس طرح کی جائے گی۔ جہاں تک ہمارا خیال ہے محصول زائد منافع کی جگہ محصول آمدنی کو دی جا سکتی ہے لیکن اس سلسلہ میں سب سے زیادہ توجہ طلب مسئلہ یہ ہے کہ محصول آمدنی کا تعین اس طرح کیا جائے کہ ملک کے غریب طبقے محفوظ رہیں اور صرف دولت مند طبقے کی زد میں آئیں جو اس قسم کے محصول نہایت آسانی سے ادا کر سکتے ہیں۔ سابق صدر المہام فینانس مسٹر غلام محمد نے محصول آمدنی کی ترویج کے لئے خاکہ تیار کر لیا تھا لیکن بعض اسباب کی بنا پر یہ اسکیم عملی صورت اختیار نہ کر سکی [illegible] کے تمام متمدن ممالک میں محصول آمدنی [illegible]

لیکن ہمارے ہاں ابھی تک اس جانب کوئی توجہ نہیں کی گئی۔ اس سلسلہ میں جو استدلال پیش کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ اس نوعیت کے محاصل ہماری قدیم روایات کے خلاف ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ عہد جدید کے تقاضے پورے کرنے کی خاطر ہمیں اپنی بہت سی روایات سے دست بردار ہونا پڑے گا۔

پیام

زیر نظر بجٹ کی بعض خصوصیات ہر حال قابل توجہ ہیں۔ محصول زائد منافع منسوخ کیا جا رہا ہے لیکن بجٹ کے منافع پر محصول طلب نہیں کیا جا رہا ہے۔ سکوت کی آمدنی بھی اس محصول کا اندازہ گذشتہ سال کے مقابلہ میں کم رکھا گیا ہے۔ لیکن مشروب کے مرقومہ میں جب آمدنی کی یہ مد بالکل خارج ہو جائے گی تو بجٹ میں کم از کم پچاس لاکھ کی کمی کو پورا کرنے کے لئے دوسرے ذرائع تلاش کرنے ہوں گے۔ آنریبل فینانس ممبر نے پریس کانفرنس میں اس امر کی طرف اشارہ کیا تھا اور اہل ملک کو بھی اس امر پر غور کرنا ہے کہ ملک کے قومی اور تعمیری شعبوں کی ترقی کے لئے جو روپیہ درکار ہوگا اس کے حاصل کرنے کی اہم صورت صرف یہی ہو سکتی ہے کہ کسی جدید محصول کے ذریعہ آمدنی کی سطح کو قائم رکھا جائے لیکن جدید محصولات کا بار غریب عوام کے بجائے ایسے طبقوں پر عائد ہونا چاہئے جو اسے بآسانی برداشت کر سکیں۔ صحافتی کانفرنس میں یہ بھی کہا گیا کہ ملک کی مالیاتی تنظیم میں قدیم روایات کو بہت اہمیت دی جاتی ہے لیکن بدقسمتی سے قدیم روایات کی یہ اہمیت بڑی حد تک ان خرابیوں کی ذمہ دار ہے جو ملک کے دروبست پر حاوی ہیں۔ .... تعلیم، صحت عامہ، صنعت و حرفت ایک ترقی پسند مملکت کے یہی سب سے زیادہ مستحکم ستون ہوا کرتے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کو دوسرے سے زیادہ اہم نہیں کہا جا سکتا مگر ہمارا گذشتہ تجربہ یہ ہے کہ حکومت کے بعض خاص خاص شعبوں پر ضرورت سے زیادہ روپیہ صرف کیا گیا اور بہت سارا روپیہ بد انتظامی یا بد دیانتی کی وجہ سے ضائع بھی ہو جاتا ہے۔ .... مسٹر غلام محمد بعض حلقوں میں اس لئے ہر دلعزیز ہو سکے کہ وہ سررشتوں اور محکموں کی شاہ خرچی اور فضول خرچی کو سختی سے روکتے تھے۔ ہمیں یقین ہے کہ موجودہ وزیر مالیات بھی اس امر کی ہر طور پوری کے اندیشے سے بے پروا ہو کر خرچ کے معیار کو کم کرنے کی جد و جہد میں رعایت و مروت کو دخل گوارا نہ فرمائیں۔

رہبر دکن

ہماری حکومت ہمیشہ سے اس بات کی آرزو مند رہی ہے کہ عوام پر کم سے کم بار ڈالا

جائے اور اس طرح سے زیادہ سے زیادہ عوام کا اعتماد حاصل کرے۔ جنگ کے نازک دور میں بھی ہمارے یہاں جو موازنے تیار کئے گئے وہ فاضل ہی رہے تھے اور فاضل اس لئے رہتے تھے کہ آمدنی کو پیش نظر رکھ کر اخراجات کا تعین کیا گیا تھا۔ جنگ کے دوران میں جبکہ دنیا کی ساری حکومتیں خسارہ کے موازنے تیار کرنے اور نئے محاصل عائد کرنے پر مجبور ہو رہی تھیں لیکن ہمارے ہاں بچت کے موازنوں کی تیاری عمل میں آئی اور محصول زائد منافع کے علاوہ کوئی بلا واسطہ محصول عائد نہیں کیا گیا اور اب تو اس محصول کو بھی قطعی ختم کر دینے کی نواب لیاقت جنگ بہادر نے منظوری بھی کر دی ہے کیونکہ زمانہ جنگ اندوزی کی کوئی زیادہ امکان باقی نہیں۔ دنیا کے دیگر ممالک کی طرح ہماری مملکت کی معاشی ترقی اور خوشحالی اور عوام کے معیار زندگی کو بلند کرنے کے لئے ہماری حکومت کو بہت کچھ کرنا ہے۔ ظاہر ہے کہ مملکت کی ہمہ جہتی ترقی کے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کافی رقم کی ضرورت ہوگی اور ہماری حکومت کو اس رقم کی فراہمی کا انتظام کرنا ہوگا۔ رقم کی فراہمی کے صرف دو ہی طریقے ہیں۔ حصول قرضہ یا محصول اندازی چاہے وہ بالواسطہ یا بلا واسطہ۔ محصول اندازی کے وقت ہماری حکومت کو اس کا بطور خاص خیال رکھنا چاہئے کہ وہ کوئی ایسا بلا واسطہ محصول عائد نہ کرے جس سے متوسط اور غریب طبقہ کو جو پہلے ہی سے زیر بار ہے مزید زیر بار ہونا پڑے۔

رعیت

حیدرآباد کا موازنہ برطانوی ہند اور دیگر ممالک کے موازنوں کے بعض مسلمہ اصولوں کے مطابق مرتب نہیں کیا جاتا۔ خانگی انفرادی موازنہ کے برخلاف سرکاری یا قومی موازنہ کی ترتیب کے بعض مسلمہ اصول ہیں جن کی رو سے پہلے قوم کی ضروریات کا تعین کر لیا جاتا ہے اور ان ضروریات کو پورا کرنے کے لئے قوم پر محصولات عائد کئے جاتے ہیں۔ لیکن ہمارے یہاں کا طریقہ یہ ہے کہ آمدنی کو پیش نظر رکھتے ہوئے اخراجات کا اندازہ کیا جاتا ہے۔

کانگریس سامراج کے خلاف نہیں بلکہ لیگ کے خلاف لڑ رہی ہے

بقیہ سلسلہ صفحہ (۵)

اور ڈیڈلاک میں کوئی سمجھوتہ نہیں ہوگا۔ میاں صاحب اور ڈاکٹر اشرف لیگ کے مقابلہ میں ... کیا یا اشاعت

کانگریس کی ... وقت یہاں آ کر پہونچی کہ مولانا آزاد کو پنڈت جی سے کہنا پڑا کہ تقریر ختم کر دیجئے۔

یہ ہندوستان کا ایک عظیم المرتبت لیڈر بول رہا تھا، وہ لیگ سے سمجھوتہ کی بات نہ کر سکے کیونکہ لیگ کا رویہ بہت خراب ہے۔ لیکن کیا وہ لنڈن اور دہلی کے لارڈوں ہی سے ملنے سے انکار کرتے؟ انگریزوں اور ان کی چالوں اور گرفتاریوں کے باوجود ہم شکل نہیں سکتے تا کہ سمجھوتہ ہو جائے۔

سردار پٹیل نے اتنی اشتعال انگیزی اور ... وکالت سے گریز ... کی کہ ہمیں آخر ... لیڈروں نے اظہار افسوس کیا۔ انھوں نے ... یقین دلایا کہ کوشش کی گئی کہ میاں صاحب کو مسلم لیگ کا پابند ... ان وقت ہیں وہ جب سے کانگریس میں آئے ہیں لیگ سے سمجھوتہ کرنے پر اصرار کرتے ہیں اگر مسلم لیگ مسلمانوں کی کانگریس ہے تو پھر میں میاں صاحب سے پوچھتا ہوں کہ ان کی جگہ مسلم لیگ میں ہے وہ یہاں کیوں ہیں۔ سردار پٹیل نے میاں صاحب کے سامنے ایک تجویز رکھی۔ مسلم اقلیت اکثریت کا کہنا مانے یا پھر کوئی غیر جانبدار ثالث کے فیصلے کو منظور کرے۔ میری تجویز یہ ہے کہ ہم اس تجویز کو کسی بین الاقوامی عدالت کے سامنے رکھ دیں اور اس کے فیصلے کو مان لیں۔ اگر میاں صاحب یہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں تو پھر ان کو کانگریس چھوڑ کر مسلم لیگ میں چلا جانا چاہئے۔

یہ تھا مسلم لیگ کے خلاف وہ زہر جو ہزاروں محب وطن کانگریسیوں نے اس تاریخی اجلاس سے اپنے ساتھ لے کر گئے ... یہ تھی وہ پھوٹ ڈالنے والا اور بھائی کو بھائی کے خلاف بھڑکانے والا مواد جو کانگریس اسٹیج سے بلند ہوا اور ... کہنے کو یہ کہا جاتا ہے ... مسلم لیگ کے خلاف کانگریس و کمیونسٹوں کے خلاف کانگریس ... برطانوی حکومت ہماری بات نہیں مانتی۔ ہماری بات نہیں سنتی ضرورت پڑی تو ہم برطانوی حکومت سے بھی ... لیکن اس سے پہلے لیگ اور کمیونسٹ پارٹی کو ختم کر دینا چاہئے۔

اس کا نتیجہ کیا ہوگا، ہزاروں کارکن جو دور دراز مقامات سے یہاں ... آئے تھے ... پروگرام حاصل کرنے آئے تھے کیا یہی ... کہ اپنے بھائیوں کا سر توڑو اور ... لیکن ہم یقین سے کہتے ہیں کہ یہ آزادی کا راستہ نہیں ہے بلکہ اور غلامی کا راستہ ہے جس سے برطانوی شہنشاہیت مضبوط ہوگی اور ہم کمزور ہوں گے۔

مراسلات

شہر کی موریاں اور گلیاں

ہم شہریوں کو محکمہ بلدیہ سے متعدد قسم کی شکایتیں ہیں جن کو ذیل میں سلسلہ وار درج کیا جاتا ہے۔

(۱) شہر کی اکثر و بیشتر موریاں بند ہو گئی ہیں جن کی وجہ گندہ پانی خارج نہیں ہو پاتا جس کی تمام تر ذمہ داری بلدیہ کے ملازمین پر عائد ہوتی ہے کیونکہ جھاڑو دینے کے بعد کوڑا کرکٹ موریوں میں ڈالتے ہیں اس بدنظمی کے سبب اکثر محلوں میں مچھر اور بدبو کی شکایتیں عام طور پر سنی جا رہی ہیں۔

(۲) گلی اور کوچہ کی صفائی جاروب کش ایک ہفتہ کی جانب سے نہایت غفلت سے کام لیا جاتا ہے ہم عامل صاحب بلدیہ سے یہ خواہش کرتے ہیں کہ وہ بلا کسی شور و شغب کے یکایک معائنہ دورہ کریں تو ہمارے بیان کی تصدیق ہو سکتی ہے۔

(۳) بلدیہ کے ملازمین میں ایک خاص ذہنیت پیدا ہو گئی ہے وہ یہ کہ غربا جن بستیوں میں رہتے ہیں ان کی صفائی کی جانب یہ متوجہ نہیں ہوتے۔ بلکہ بڑے بڑے لوگ جہاں بستے ہیں ان محلہ جات کی صفائی کا بہت اہتمام کیا جاتا ہے۔ حالانکہ محاصل کی ادائی میں دونوں مساوی حیثیت رکھتے ہیں پھر اس امتیاز کو کیوں روا رکھا جاتا ہے۔

(۴) فٹ پاتھ کے بنانے کی غرض و غایت یہ تھی کہ پیدل چلنے والے فٹ پاتھ پر سے گزریں تاکہ یہ مقصد پورا نہیں ہو رہا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ فٹ پاتھ نا ہموار اور خراب حالت میں ہیں جس کی وجہ لوگ ان پر چلنا پسند نہیں کرتے۔ بہت سے مقامات پر فٹ پاتھ ٹوٹ پھوٹ گئے ہیں اور ناہموار حالت میں چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس مسئلہ کی جانب بلدیہ توجہ کرے۔

(۵) فٹ پاتھ پر ناجائز قبضہ کر لئے گئے ہیں اور ان کا غلط طریقہ پر استعمال ہو رہا ہے۔ بلدیہ کو چاہئے کہ ان کے خلاف قانونی کارروائی اختیار کرے۔

(۶) ہمارا تجربہ ہے کہ بلدہ کی تمام موریاں مرمت کے قابل ہیں۔ جیسا کہ ہم نے اس سے متعلق متعدد مرتبہ توجہ دلائی ہے۔ یہ مسئلہ عامل صاحب کی فوری توجہ کا محتاج ہے۔

چند شہری

ہندوستانی ریاستوں میں تعلیمی ترقی

بقیہ سلسلہ صفحہ (۳)

موجود ہے ایک کتب خانہ قائم ہے۔ اس کے علاوہ عورتوں اور بچوں کے لئے متعدد کتب خانے ہیں اس طرح ریاست میں جملہ تقریباً ایک ہزار نو سو کتب خانے قائم ہیں۔ کشمیر میں تعلیم بالغان کے ۲۲۵۰ مراکز اور ۹۲ بنیادی مدارس میں ۲۲۱۰۹ اشخاص کو نوشت و خواندگی عطا کی گئی (مایور پنچ) میں بالغوں کے لئے ۲۲ مدارس ہیں۔ دھولپور (رامپور)

کروائے … دس جو لیبر اور

متعدد دوسری ریاستوں میں بھی اس سمت میں تیزی سے قدم اٹھایا جا رہا ہے۔

ہندوستانی ریاستوں نے مشرقی زبانوں میں مطالعہ اور تحقیق کو عام کرنے کی طرف خاص توجہ کی ہے۔ ہندوستانی ریاستوں کے حکمراں سنسکرت فارسی اور عربی اور مقامی زبانوں کی ہمیشہ سے سرپرستی کرتے رہے ہیں۔ جامعہ عثمانیہ کی مثال پیش کی جا سکتی ہے۔ متعدد ریاستوں میں مشرقی زبانوں کے مطالعہ کے لئے مدارس اور کالج قائم ہیں۔ بڑودہ میں اعلیٰ سنسکرت کے مدارس ایک سنسکرت کا کالج اور مشرقی مخطوطات کے مطالعہ کے لئے ایک ادارہ قائم ہے۔ رام پور میں فارسی اور عربی کے مطالعہ کے لئے دو دارے ہیں۔ کوچین کی ریاست میں اور کوچین میں سنسکرت کے خصوصی مطالعہ اور مشرقی فلسفہ پر تحقیق کے لئے ادارے موجود ہیں بھوپال میں بھی عربی فارسی اردو اور ہندی میں اعلیٰ تعلیم کے لئے دو مدارس اور ایک کالج قائم ہے۔

فنون لطیفہ کی سرپرستی

یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ اگر ہندوستانی آرٹ اور موسیقی کو ہندوستانی والیان ریاست کی بہت افزائی امداد اور سرپرستی حاصل نہ ہوتی تو ہندوستانی تہذیب کا یہ عظیم الشان ورثہ کبھی کے ختم ہو چکا ہوتا۔ اس وقت ہندوستانی ریاستوں میں آرٹ کے کالجوں اور مدارس کی ایک بڑی تعداد موجود ہے۔ بڑودہ کی ہندوستانی درسگاہ موسیقی میں سالانہ تقریباً چار ہزار طلبا شریک ہوتے ہیں۔ گوالیار کے مادھو میوزک کو ترقی دے کر ایک مکمل کالج بنایا گیا ہے۔ جس میں پیشہ ورانہ موسیقی کے پانچ سالہ اور تین سالہ نصابات کی تعلیم دی جاتی ہے۔ یہ کالج ملک بھر میں مشہور ہے اور اس میں ہندوستان کے تمام حصوں سے آئے ہوئے طلبا شریک ہوتے ہیں۔ اسی طرح ٹراونکور کوچن اور متعدد دوسری ریاستوں میں بھی ایسے ہی مدارس موجود ہیں۔

اپنی رعایا کی تعلیمی ترقی سے نئے کوشش کرنے کے علاوہ ہندوستانی رہنماؤں نے برطانوی ہند کے تعلیمی اداروں کو کئی لاکھ روپے کے عطیے مرحمت فرمائے ہیں۔ علی گڑھ اور بنارس کی جامعات کا وجود تو بڑی حد تک ہندوستانی ریاستوں کے حکمرانوں کی فیاضی ہی کا رہین منت ہے۔

فلسطین میں یہودیوں کو بسانے کی کوشش

عالم اسلام کو جہاد پر مجبور کر دے گی

لنڈن یکم اکتوبر۔ صدر روزویلٹ نے برطانوی وزیر اعظم کو یہ جو لکھا کہ اپنے وطن سے نکال دیئے جانے والے یہودیوں کو فلسطین میں بسایا جائے اس پر فلسطین اور شام کے مسلمانوں نے بہت زوردار احتجاج کیا ہے۔ یروشلم میں ایک ممتاز لیڈر نے کہا کہ فلسطین میں یہودیوں کی مزید آمد کا مقابلہ کیا جائے گا۔ یہ سمجھ لینا بہت بڑی غلطی ہوگی کہ یہ مقابلہ محض مقاومت مجہول تک محدود رہے گی۔

اس سے شدید احتجاج کل دمشق میں مسلمانوں

کے ایک مذہبی اجتماع میں جو امریکی ممتاز لیڈروں نے صدر ٹرومن کے اس عمل کے خلاف احتجاج کیا ایک یادداشت بھی تیار کی گئی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ صدر امریکہ کے اس عمل سے مسلمانوں کے مذہبی حلقوں میں غصہ کی آگ بھڑک اٹھے گی۔

یادداشت میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر یہودیوں کو فلسطین میں بسانے کی کوشش کی گئی تو عالم اسلام جہاد کا اعلان کر دینے پر مجبور ہو جائے گا۔ اور اس جہاد میں تمام عرب ممالک مدد دیں گے۔

یہودیوں پر بھی مسٹر ٹرومن کے اعلان کا شدید ردعمل ہوا ہے۔ رائٹر کی اطلاع ہے کہ برگن بیلسن کیمپ میں یہودیوں کا ایک جلسہ ہوا جس میں فلسطین میں داخلے کے حق کا پرزور مطالبہ کیا گیا۔

یروشلم کی فوجی اور سرکاری عمارتوں کی حفاظت کا کام فلسطین امدادی پولیس سے جو عربوں اور یہودیوں پر مشتمل تھی نکال کر شرقی اور مغربی افریقہ کے دستوں کے سپرد کیا گیا ہے۔

ممکن ہے کہ برطانوی وزیر خارجہ مسٹر بیون اس ہفتہ عالمی یہودی ادارے کے صدر سے ملاقات کریں۔ (رائٹر)

کانگریس کی مایوس کن قرارداد

(بقیہ سلسلہ صفحہ اول)

اس وقت کانگریس نے جو غیر مصالحانہ روش اختیار کی ہے اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ ان حلقہ ہائے انتخاب کو — جن میں غالب اکثریت ہندوؤں کی ہے — جن سے کانگریس دو چار ہوگی خوش کیا جائے۔ مسلم حلقہ ہائے انتخاب میں چونکہ کانگریس کو اپنی کامیابی بے حد مشکوک نظر آرہی ہے اس لئے وہ ہندو حلقہ ہائے انتخاب کو خوش رکھنا ضروری ہے۔ حکمت عملی کے طور پر اس بات کو تو بجانب قرار دیا جا سکتا ہے۔ بہر حال آنے والے انتخابات سے فرقہ وارانہ سمجھوتہ کے امکانات نظر نہیں آتے۔ ان انتخابات میں کانگریس جیتی جیتی اور پارٹیوں سے ایک پارٹی کی حیثیت سے مجالس مقننہ میں آئے گی۔ ایک جماعت واحد کی اجارہ داری کا ختم ہو جانا بہر حال ملک کے لئے مفید ہی ہوگا۔ (انڈی پنڈنٹ انڈیا)

روس اور ترکی کے مابین سمجھوتہ کی گفت و شنید

نیویارک ۳۰ ستمبر۔ نیویارک ہیرالڈ ٹریبون کے سیاسی نامہ نگار نے لندن سے اطلاع دی ہے کہ درہ دانیال کے متعلق روسی مطالبہ کے جواب میں ترکی نے جو یادداشت وزرائے خارجہ کی کانفرنس کے نام روانہ کی تھی، روسی نمائندے اس پر بہت زیادہ غور کر رہے ہیں ایک روسی مبصر نے کہا کہ ہم صورت حال کو زیادہ بگاڑنا نہیں چاہتے بلکہ ہم اس مسئلہ کو احسن طریقہ پر سلجھانے کی کوشش کریں گے۔

ایک اطلاع مظہر ہے کہ روسی وزیر خارجہ مسٹر مولوٹوف نے جو آج کل لندن میں مقیم ہیں ترکی سفیر سے طویل بات چیت کی۔ اس بات چیت کی نوعیت معلوم نہیں ہو سکی لیکن سیاسی حلقوں میں کہا جا رہا ہے کہ شاید روس اور ترکی کے مابین سمجھوتہ کی بات چیت بہت جلد شروع ہو جائے۔

شام اسکندرونہ پر ترکی قبضہ کو تسلیم کرے

انقرہ۔ ۳۰ ستمبر۔ انقرہ میں مقیم مصری سفیر نے شام کے مفاد کی ذمہ داری اٹھالی ہے ترکی اور شام میں اسکندرونہ کے متعلق اختلاف پیدا ہو گیا ہے ترکی نے مطالبہ کیا ہے کہ شام جب تک اسکندرونہ پر ترکی قبضہ کو تسلیم نہیں کرے گا ترکی شام کی آزادی کو تسلیم نہیں کرے گا۔

اس سلسلہ میں مصری سفیر یہ کوشش کر رہے ہیں کہ شام اور ترکی میں کوئی سمجھوتہ ہو جائے۔

وہ اس اتحاد میں مساوی اکائی پر شریک ہوں گی اس سے یہ سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ ایک کمزور وحدت کسی طرح کمتر ہوگا۔ ا ۔ پ

مجلس دستور ساز

مسٹر ویدیہ کا بیان

حیدرآباد۔ ۳۰ ستمبر۔ مسٹر کے۔ ایم۔ ویدیہ نے وائسرائے ہند کی اس تجویز کہ انتخابات کے بعد ایک دستور ساز جماعت تشکیل دی جائے تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہندوستانی ریاستوں کے نمائندوں کے متعلق جو الفاظ استعمال کئے گئے ہیں وہ واضح نہیں ہیں لیکن ریاستوں کے عوام کے اس حق کو کہ وہ دستور ساز جماعت میں اپنے نمائندے روانہ کریں کسی طرح نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

مسٹر ویدیہ نے اس کی حمایت کی ہے کہ ہندوستانی وحدت کے ساتھ ہندوستانی ریاستیں شریک ہوں اور لکھا ہے کہ ہر وحدت اس اتحاد میں ؟

وزراء خارجہ کی ناکامی دارالعوام میں مکمل رپورٹ پیش ہوگی

لندن ۱۴ اکتوبر۔ برطانوی وزیر خارجہ مسٹر ارنسٹ بیون آئندہ شنبہ کو دارالعوام کا اجلاس دوبارہ منعقدہ کرنے کے بعد جس قدر جلد ممکن ہو وزرا خارجہ کی کانفرنس کے متعلق ایک مکمل رپورٹ پیش کرنے والے ہیں۔

دیگر چار وزراء خارجہ لندن سے روانہ ہو چکے ہیں اور اس وقت اپنے وطن کی طرف سفر کر رہے ہیں۔

روانگی سے قبل ان میں سے تینوں نے وزراء خارجہ کی کونسل کی اس میقات کے بے نیل و مرام ختم ہو جانے کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔

ایک سفارتی نامہ نگار ایم۔ مولوٹوف کی صحافتی کانفرنس کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتا ہے کہ پانچوں حکومتوں کے مسودوں کے ابین جو مہلت ہوئی ہے وہ مولوٹوف کے اس اعلان سے قبل نہیں بلکہ بعد ہوئی کہ "اس تجویز پر اتفاق کرنے میں نے غلطی کی ہے کہ تمام مباحث میں پانچوں ممالک کے وزراء خارجہ حصہ لے سکتے ہیں۔

فرانسیسی وزیر خارجہ۔ ایم بیدال نے بیان کیا کہ یہ لندن میں دو ایسے گروہوں کے مابین ہوئی ہے جن میں سے ایک چاہتا ہے کہ یورپ میں توازن کی قوت برقرار رہے اور دوسرے کی خواہش ہے کہ زیادہ وسیع قسم کا تعاون پیدا کیا جائے۔

بعد کی اطلاع ہے کہ روسی وزیر خارجہ ایم مولوٹوف نے ماسکو جانے سے قبل لندن میں بیان کیا کہ وزراء خارجہ کی کونسل میں فن لینڈ کے لئے معاہدہ صلح پر کچھ اتفاق آراء کی صورت پیدا ہوئی۔ اطالیہ، رومانیہ، بلغاریہ اور ہنگری سے معاہدات صلح کے متعلق بھی برطانیہ روس اور امریکہ نے کئی معاملات طے کرتے رہیں۔

فرانسیسی وزیر خارجہ ایم بیدال نے اس امر پر زور دیا کہ گو لندن کانفرنس صحیح معنوں میں ناکام ہو چکی ہے۔ تاہم اشخاص کے مابین تاحال ایک مستحکم عزم راسخ موجود ہے۔ کہ اس نئے کام کو جس قدر جلد ممکن ہو سکے از سر نو شروع کیا جائے۔ (رائٹر)

کیا علامہ مشرقی مسلمانوں میں افتراق انگیزی کریں گے؟

بمبئی ۱۴ اکتوبر۔ ایک ممتاز خاکسار مولانا صلاح الدین ضیاء نے اورینٹ پریس کے نمائندہ سے ملاقات میں بیان کیا کہ مجھے علامہ مشرقی کا یہ فیصلہ معلوم کر کے حیرت ہوئی کہ خاکسار آئندہ انتخابات لڑیں گے۔ بیان جاری رکھتے ہوئے موصوف نے کہا کہ علامہ مشرقی کا یہ اقدام لیگ کو پیچھے سے چھرا گھونپ دینے کے مترادف ہوگا اور ہمیشہ کے لئے علامہ مشرقی کے نام پر ایک انتہائی بدنما داغ بن جائے گا۔ خاکسار تحریک کے ایک پرانے خادم اور حامی کی حیثیت سے میں علامہ صاحب سے پرزور اپیل کرتا ہوں کہ انتخابات لڑنے سے احتراز کریں۔ اگر لیگی امیدواروں سے انہیں اتفاق نہ ہو تو انہیں مسلمانوں کو آپس میں لڑانا نہ چاہیئے۔ مجھے امید ہے کہ علامہ مشرقی دانش پاکستان کو اپنا رہبر بنائیں گے۔ اور انتخابات لڑنے کے خیال کو ترک کر دیں گے۔

اورینٹ پریس

اعمدیہ پریس، بازار مینار میں طبع ہو کر دفتر ملکت سے شائع ہوا۔